عہدِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی تربیت

اورعہدِ تابعینؒ میں اُس کے نتائج وثمرات (تیرہویں اورآخری قسط)

مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

۳:......امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اِرجاء کاالزام

وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اِرجاء کے قائل ہونے کی وجہ سے بھی دشمنی رکھتے ہیں، حالانکہ اہل علم میں بہت سے علماء کی طرف اِرجاء کی نسبت ثابت ہے، لیکن کسی نے اُن کی نسبت نازیبا و نامناسب باتیں نقل کرنے کی طرف توجہ نہیں کی، جیسی کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بابت نقل کرنے میں دلچسپی لی ہے، اس لیے کہ انہیں امامت کا رتبہ حاصل ہے، مگر اُنہیں یہ درجہ حاصل نہیں۔ (۱)

یہاں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ دل سے اللہ تعالیٰ کو لائق عبادت جاننا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ ورسول ماننا اور زبان سے اس امر کا اقرار کرنا ایمان ہے۔ اس کا ثمرہ ونتیجہ جہنم کی آگ سے نجات ہے۔ ایمان کی مذکورہ بالا تعریف سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ ایمان کا تعلق قلب سے ہے۔ جوارح (ہاتھ پاؤں) سے جو کام انجام پاتا ہے، اُسے عمل کہا جاتا ہے۔ ایمان اور عمل دونوں جداگانہ چیزیں ہیں، لہٰذا ہر ایک کا حکم بھی مختلف ہوگا۔

یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ عمل کے چھوٹ جانے سے ایمان کا اس حیثیت سے کچھ نہیں بگڑتا کہ وہ اُسے دائرۂ ایمان سے خارج کرتا ہو۔ دلیل اس بات کی یہ ہے کہ قرآن گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے کو ''مومن'' کے لفظ سے یاد کرتا ہے، چنانچہ آیۂ شریفہ میں ارشاد ہے:

''وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۔''(۲)

''اور اگر دو فریق مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کراؤ۔''

قتال بلاشبہ کبیرہ گناہ ہے، لیکن قرآن کریم نے ان باہم لڑ پڑنے والوں کو ''مومنین'' کے لفظ سے یاد کیا ہے، اسلام سے خارج نہیں کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل یہ دونوں مختلف چیزیں ہیں، ایک دوسرے کا جز نہیں ہیں۔ عمل کو اگر ایمان کا جز مانا جائے تو لازم آئے گا کہ جو

شخص اعمال کا پابند نہ ہو، وہ شخص مؤمن بھی نہ ہو۔ معتزلہ و خوارج اس کو جزء ایمان سمجھتے ہیں، اس لیے خوارج ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔ معتزلہ ایسے شخص کو نہ کافر کہتے ہیں، نہ مومن مانتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کہتے ہیں: جو شخص ایمان رکھتا ہے اور فرائض اس سے ترک ہو جاتے ہیں وہ مسلمان ضرور ہے، لیکن گنہگار مسلمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے اُسے سزا دے یا معاف کرے۔ ایمان و عمل کے درمیان فرق کی وجہ سے محدثین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے نامور شاگرد امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر، حسن بن زیاد رحمہم اللہ وغیرہ کو مرجئہ کہتے ہیں۔ اِرجاء کے معنی تاخیر کے ہیں، اعمال میں کوتاہی کرنے والوں اور فرائض کو پابندی سے ادا نہ کرنے والوں کے معاملہ کو آخرت میں اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں اور فی الفور اس کے جہنمی ہونے کا حکم نہیں لگاتے۔ اس لیے محدثین ان پر اِرجاء کا الزام لگاتے ہیں اور انہیں مرجئہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جو اس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں، وہ مرجئہ مرحومہ کہلاتے ہیں اور جو فی الفور حکم لگا کر اُسے جہنمی کہتے ہیں، انہیں مرجئہ ملعونہ اور مرجئہ ضالہ کہا جاتا ہے۔ ان سے اہل سنت والجماعت کا کوئی تعلق نہیں۔ محدثین کا اِرجاء کی تہمت سے در پردہ اشارہ اس طرف ہوتا ہے۔

محدثین کرام کا مذہب ایمان و عمل میں تفریق کا نہیں ہے، چنانچہ صاحب المصنف حافظ عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶-۲۱۲ھ) کا بیان ہے:

''سمعتُ مالكاً، والأوزاعي، وابن جريج، والثوری و معمراً يقولون: الإيمان قول و عمل، يزيد و ينقص۔''(۳)

''میں نے امام مالک، اوزاعی، ابن جریج، سفیان ثوری اور معمر رحمہم اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ایمان قول و عمل کا نام ہے، یہ بڑھتا گھٹتا ہے۔''

اس لیے بھی یہ حنفیہ پر طعن کرنے سے نہیں چوکتے۔ ائمہ اسلام اور علماء خراسان میں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، حافظ و محدثِ خراسان ابراہیم بن طہمان نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۶۳ھ جو صحاح ستہ کے راویوں میں ہیں، ان کے متعلق جب سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۸ھ نے اپنے شاگرد ابوالصلت عبدالسلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۳۶ھ سے کہا: **''ماقدم علينا خراساني أفضل من أبی الرجاء عبدالله بن واقد الهروی''**...... ''ہمارے پاس کوئی خراسانی ابوالرجاء عبداللہ بن واقد الہروی (المتوفی بعد ۱۶۰ھ) سے زیادہ بڑھ کر عالم نہیں آیا۔'' تو ابوالصلت رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی: ''ابراہیم بن طہمان بھی آئے تھے۔'' ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: **''كان هو مرجئًا''**..... ''وہ مرجئہ میں سے تھا''...... پھر ابوالصلت رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

’’لم يكن إرجاء هم هٰذا المذهب الخبيث بأنّ الإيمان قول بلاعمل وأن ترك العمل لايضر بالإيمان، بل كان إرجاءُ هم أنهم يرجون لأهل الكبائر الغفرانَ رداً على الخوارج وغيرهم، الذّين يُكَفِّرون الناسَ بالذنوب۔‘‘

’’ان کا ارجاء اس گمراہ اور خبیث مذہب کے جیسا نہیں تھا کہ ان کا (عقیدہ) ایمان بلاعمل ہے کہ ترکِ عمل ایمان کو ضرر نہیں پہنچاتا، بلکہ اِن کا ارجا یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہ کرنے والے گنہگاروں کی مغفرت کا معاملہ آخرت میں اللہ تعالیٰ پر مؤخر رکھتے ہیں، وہ چاہے انہیں سزا دے اور چاہے نہ دے۔ یہ خوارج ومعتزلہ وغیرہ پر رد ہے، جو گنہگار لوگوں کو ان کے گناہوں کے سبب کافر کہتے (اور مسلمان نہیں سمجھتے، ان سے جنگ کرتے) ہیں۔‘‘

یہ عقیدہ مرجئہ ضالہ (گمراہ) کا ہے۔ اور جس عقیدہ کا اوپر ذکر آیا ہے وہ مرجئہ مرحومہ کا ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

محدث وحافظِ خراسان ابراہیم بن طہمان مکی رحمۃ اللہ علیہ شاگردِ امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ اوپر آیا۔ ان کے علم وفضل اور حدیث میں ان کے مقام کا اندازہ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۳۷ھ کے اس قول سے کیا جاسکتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

’’كان صحيحَ الحديث، كثيرَ السّماع، ماكان بخراسان أكثر حديثاً منه وهو ثقة۔‘‘(۴)

’’ابراہیم بن طہمانؒ کے پاس صحیح حدیثیں تھیں، موصوف نے کثرت سے سماع کیا تھا، خراسان میں ان سے زیادہ کسی کے پاس حدیثیں نہیں تھیں۔‘‘

تقویٰ وپرہیزگاری میں ان کے مرتبے کا اندازہ امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے کیا جاسکتا ہے:

’’كنت عند أحمد بن حنبلؒ فذكر إبراهيم بن طهمانؒ، وكان متكئاً من علة فجلس، وقال: لاينبغي أن يذكر الصالحين فيتكأ۔‘‘

’’میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ابراہیم بن طہمانؒ کا ذکر آیا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ (بیماری کی وجہ سے) تکیے کے سہارے سے بیٹھے تھے، تو سہارا چھوڑ کر ادب سے بیٹھ گئے اور فرمایا: یہ مناسب نہیں کہ بزرگوں کا ذکر آئے اور آدمی تکیے کے سہارے بیٹھا رہے۔‘‘

یہ تھا ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ کا علم وفضل اور ورع وتقویٰ میں مقام۔ اب ذرا اُن کے متعلق محدثین کے اِرجاء کے اقوال بھی سنئے:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’كان مرجئًا شديدًا على الجهمية۔‘‘...... ’’یہ ارجاء کے قائل تھے، جہمیہ کی تردید میں بہت سخت تھے۔‘‘

ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: ’’شيخان بخراسان مرجئان: أبوحمزة

السکری و إبراھیم بن طھمان و ھماثقتان ۔''.....''خراسان میں دو شیخ الحدیث ہیں اور وہ مرجئہ میں سے ہیں: ابوحمزہ سکریؒ اور ابراہیم بن طہمانؒ اور یہ دونوں ثقہ ہیں۔''

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۳۸۵ھ فرماتے ہیں:''**ثقة إنما تکلموا فیه للإرجاء ۔**''.... ''یہ ثقہ ہے اور اِرجاء کی وجہ سے محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔''

نامور مجتہدین اور ائمہ حدیث کا تعلق مرجۂ اہل سنت والجماعت سے ہے۔ حافظ علامہ احمد بن علی البیکندی السلیمانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۴۰۴ھ نے جب امام سفیان ثوریؒ اور سفیان بن عیینہؒ کے شیخ علامہ حافظ مسعر بن کدامؒ (جو حدیث میں حجت مانے جاتے تھے، اور جنہیں پختگی واتقانِ علم کی وجہ سے مصحف کہا جاتا تھا) کی اور دوسرے ائمہ مجتہدین اور حفاظِ حدیث کی نسبت فرمایا کہ وہ مرجئہ میں سے تھے تو علامہ شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**لاعبرة بقول السلیمانی کان من المرجئة مسعر وحمادبن أبی سلیمان، و النعمان، و عمروبن مرة، و عبدالعزیز بن رُوَّاد، وأبومعاویة، و عمر بن زر...... (۵) و سرد جماعة، قلت الإرجاء مذھب لعدة من جلة العلماء ولا ینبغی التحامل علیٰ قائلة ۔**''(۶)

''حافظ السلیمانیؒ کے اس قول کا کہ (ع) مسعر (۱۵۲ھ/ ۷۶۹ء)، حماد بن ابی سلیمان (۰۰-۱۲۰/ ۰۰-۷۳۸ء)، نعمان (۸۰-۱۵۰ھ/ ۶۹۰-۷۶۷ء)، عمرو بن مرہ (۱۱۶ھ/ ۷۳۴ء)، عبدالعزیز بن ابی رواد (۰۰-۱۵۹ھ/ ۰۰-۷۷۶ء)، ابومعاویہ (۰۰-۱۹۵ھ/ ۰۰-۸۱۱ء)، عمر بن ذر (۰۰-۱۵۶ھ/ ۰۰-۷۷۳ء) اور ایک جماعت کو نام بنام بیان کیا ہے اور کہا کہ یہ مرجۂ (ضالہ) میں سے ہیں۔ میں کہتا ہوں ارجاء جلیل القدر علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ اس عقیدے کو اختیار کرنے اور اس کے ماننے والوں پر زیادتی کرنا اور ارجاء کا الزام ان پر دھرنا مناسب نہیں۔''

ارجاء کے مسئلے میں بعض حنفی حفاظ کے غلو اور ان کی بعض نامناسب تعبیرات نے اہل علم پر برا اثر ڈالا، چنانچہ شیخ الحرم حافظ عبدالمجید بن عبدالعزیز مکی المتوفی ۲۰۶ھ جو بڑے عابد و زاہد بھی تھے، لیکن اِرجاء کے مسئلے میں حد سے تجاوز کر گئے تھے، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ موصوف کے متعلق فرماتے تھے:''**کان فیه غلوفی الإرجاء**''.......''موصوف ارجاء میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔''

اور علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ موصوف کے متعلق رقمطراز ہیں کہ:

''ارجاء کے مسئلے میں گرفتار اس شخص سے اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے اور ہمیں اور تمہیں سنت کی مخالفت سے بچائے۔ اس امت کے کثیر تعداد میں علماء ارجاء کے قائل تھے، انہوں نے اپنے اس قول ''أنا

مؤمن حقاً عنداللّٰہ الساعۃ ''میں کہ ''اس وقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک یقیناً مومن ہوں'' کو اپنا کیوں مذہب نہیں بنایا، اس حقیقت کے اعتراف کے باوجود کہ وہ نہیں مانتے کہ مومن کا خاتمہ ایمان پر ہوگا یا کفر پر، مذکورہ بالا جملہ زبان سے نکالنا بدعت ہے۔ (یعنی متقدمین مرجئہ نے جب یہ قول ''أنا مؤمن حقاً الخ ''اختیار نہ کیا تو متاخرین کا اس قول کو اختیار کرنا بدعت ہے) اور غالی مرجئہ کی یہ بات بھی بہت سخت ہے کہ ایمان صرف دلوں کا اعتقاد ہے، نماز کا چھوڑنے والا، زکوٰۃ نہ دینے والا، شراب کا پینے والا، لوگوں کو جان سے مارنے والا، زنا کرنے والا، ایسے تمام لوگ کامل الایمان ہیں، یہ جہنم میں نہیں جائیں گے، اور انہیں کبھی عذاب نہ ہوگا۔ انہوں نے شفاعت کی متواتر حدیثوں کو رد کیا، ہر فاسق و فاجر کو، ہر ڈاکو کو، برباد اور تباہ کرنے والی باتوں پر دلیرانہ عمل کرنے کا پروانہ دے رکھا ہے۔ رسوائی سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔''(۷)

فطانت، ذہانت، سببِ حسد

مذکورۂ بالا خوبیوں سے آراستگی کے باوجود ان سے حسد کیا جاتا ہے اور امام موصوف کی طرف ایسی باتوں کی نسبت کی جاتی ہے، جو ان میں نہیں ہیں اور ان کی نسبت ایسی باتیں گھڑی جاتی ہیں جو ان کی شان کے لائق ہی نہیں ہیں، حالانکہ علماء کی ایک جماعت نے امام موصوف کی تعریف کی اور ان کی عظمت وفضیلتِ شان کو بیان کیا ہے۔ (۸) ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''وہ اہل علم جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے، انہوں نے امام موصوف کی توثیق کی ہے، ان کی تعریف کرنے والوں کی تعداد مذمت کرنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر نکتہ چینی کے دو اہم سبب

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر نکتہ چینی کا ایک سبب موصوف کا رائے و قیاس (فقہی بصیرت) سے زیادہ کام لینا ہے۔ دوسرا اِرجاء کا قائل ہونا ہے۔

اَسلاف میں بڑائی کا معیار

اَسلاف میں بڑائی کا معیار لوگوں کا ان کے متعلق متضاد رائے رکھنا ہے، اور یہ مشہور بات ہے، کیا تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں دیکھتے؟ ان دو گروہوں میں ایک حد سے زیادہ چاہنے والا، دوسرا حد سے زیادہ بغض و کینہ رکھنے والا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ دو آدمی برباد ہوں گے: (ایک) حد سے زیادہ محبت کرنے والا (دوسرا) کینہ رکھنے والا اور بہتان باندھنے والا۔ قدر و منزلت رکھنے والوں کی یہی صفت ہوتی ہے جو دینداری وفضل وکمال میں انتہاء کو پہنچے ہوتے ہیں۔ (۹)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر طعن وتشنیع کا ثمرہ

باایں ہمہ فضل وکمال اور قبولیت وشہرت، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر بہت طعن وتشنیع کی گئی، مستقل کتابیں اور رسالے لکھے گئے، لیکن اس کا جو نتیجہ نکلا اس کے متعلق محقق عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۷۳۰ھ ''شرح اصول بزدوی'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''وقد طعن الحساد فی حقه بهٰذا الجنس کثیرًا، حتی صنفوا فی طعنه کتبًا و رسائل، ولکن لم یزده طعنهم إلاّ شرفًا و علوًا، ورفعةً بین الأنام و سموًا، فشاع مذهبهٗ فی الدنیا، و اشتهر و بلغ أقطار الأرض نورُ علمه و انتشر۔'' (۱۰)

''اور حاسدوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس قسم کے بے سروپا اعتراضات بہت کیے ہیں، لیکن اس طعن وتشنیع نے ان کی عزت وشرف میں اضافہ کیا اور خلق خدا میں ان کی سرفرازی اور بلندی کو بڑھایا، چنانچہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب دنیا میں خوب پھیلا، پھلا پھولا اور چاردانگِ عالم میں ان کے علم کی روشنی پہنچی اور ان کے علم کی خوب نشرواشاعت ہوئی۔'' (انتہٰی)

حواشی وحوالہ جات

۱: ...... جامع بیان العلم، ایضاً، ج:۲،ص:۱۴۹-۱۵۰

۲: ...... سورۃ الحجرات، آیت:۹۔

۳: ...... سیراعلام النبلاء، ج:۷،ص:۲۵۲۔ (تذکرۂ سفیان ثوریؒ)

۴: ...... سیراعلام النبلاء، ج:۷،ص:۳۸۲۔

۵: ...... میزان الاعتدال کے مطبوعہ نسخوں میں ''عمرو بن ذی'' چھپا ہے، صحاح ستہ کے رواۃ میں اس نام کا کوئی راوی ہمیں نہیں معلوم، والصحیح ما ثبتناہ۔

۶: ...... الذہبی، میزان الاعتدال، ج:۴،ص:۹۹

۷: ...... سیراعلام النبلاء، ج:۹،ص:۴۳۶۔

۸: ...... جامع بیان العلم، ج:۲،ص:۱۴۸۔

۹: ...... ایضاً، ص:۱۴۸-۱۴۹۔

۱۰: ...... کشف الاسرار، ج:۳،ص:۶۴۷۔